ALLAMA IQBAL OPEN UNIVERSITY

AIOU LIBRARY
aioulibrary.com

Name:

Registration No.:

Course Code: 3909

Program: BS Islamic Studies (Spec. Seerat Studies)

Semester: Autumn 2026

علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی، اسلام آباد

کورس: سیرت النبی ﷺ کا موضوعاتی مطالعہ (دعوتی و اخلاقی پہلو) (3909)

سطح: بی ایس علوم اسلامیہ (تخصص سیرت سٹڈیز)

سمسٹر: خزاں 2026ء

امتحانی مشق نمبر 2 (یونٹ: 5-9)

Reference & For Study — SOLVED ASSIGNMENT GUIDE

حل شدہ امتحانی مشق رہنما — برائے مطالعہ و حوالہ

AIOU LIBRARY aioulibrary.com

نوٹ: یہ رہنما صرف مطالعے اور حوالے کے لیے تیار کی گئی ہے۔ طلبہ سے گزارش ہے کہ کورس کی کتاب کے متعلقہ یونٹس کا خود مطالعہ کریں، مفاہیم کو اچھی طرح سمجھیں اور پھر جواب اپنے الفاظ میں، اپنی سمجھ اور اپنے انداز میں تحریر کریں۔ اس رہنما کو ہو بہو نقل کرنا نہ علمی دیانت کے مطابق ہے اور نہ ہی امتحانی کامیابی کے لیے مفید؛ اصل کامیابی اسی میں ہے کہ طالب علم موضوع کو سمجھ کر اپنی زبان میں پیش کرے۔ اس گائیڈ میں دینی حوالے تعلیمی و تحقیقی انداز میں پیش کیے گئے ہیں؛ کسی خاص فرد یا واقعے پر شرعی حکم کا اطلاق مستند علماء اور متعلقہ مجاز فورم ہی کا اختیار ہے۔

سوال نمبر 1: دعوت و تبلیغ کی ضرورت و اہمیت اور دوستوں کو دعوت کا طریقہ (20 نمبر)

دعوت و تبلیغ کی ضرورت و اہمیت تفصیل کے ساتھ بیان کریں نیز اپنے دوستوں کو دعوت کیسے دی جا سکتی ہے؟ وضاحت کریں۔

تعارف: دعوت و تبلیغ کا مفہوم

دعوت کے لغوی معنی بلانے اور پکارنے کے ہیں، اور اصطلاح میں اس سے مراد لوگوں کو اللہ کی طرف، اس کی توحید، اطاعت اور نیک زندگی کی طرف بلانا ہے۔ تبلیغ کا مطلب پیغام پہنچانا ہے۔ یوں دعوت و تبلیغ دین کا وہ بنیادی فریضہ ہے جس کے ذریعے حق کا پیغام ان لوگوں تک پہنچتا ہے جو اس سے ناواقف ہیں یا اس سے غافل ہو چکے ہیں۔ قرآن مجید نے اس امت کی ایک نمایاں صفت بھلائی کی طرف بلانا اور برائی سے روکنا بیان کی ہے (دیکھیے: آل عمران 3:110 کے مفہوم) اور دعوت کا طریقہ حکمت، اچھی نصیحت اور بہترین اندازِ گفتگو کے ساتھ بیان کیا ہے (دیکھیے: النحل 16:125 کے مفہوم)۔ ان مقامات سے واضح ہوتا ہے کہ دعوت محض ایک اختیاری نیکی نہیں بلکہ امت کی شناخت اور ذمہ داری ہے۔

دعوت کا دائرہ صرف غیر مسلموں تک محدود نہیں۔ مسلمانوں کو بھی ایمان کی تجدید، نماز و اخلاق کی یاد دہانی اور اصلاح کی ضرورت مسلسل درکار رہتی ہے، اسی لیے مسجد، گھر، تعلیمی ادارے اور دوستوں کی محفلیں سب دعوت کے میدان ہیں۔ نبی اکرم ﷺ نے یہ فریضہ خود انجام دیا اور صحابہ کرام کو بھی اس کا مکلف بنایا، اور سیرت کے مطابق یہ سلسلہ اس قدر اہم تھا کہ آپ ﷺ نے زندگی کے آخری مراحل تک پیغام رسانی کی فکر برقرار رکھی۔ زیرِ نظر جواب میں پہلے دعوت کی ضرورت و اہمیت بیان ہو گی اور پھر دوستوں کو دعوت دینے کے عملی طریقے واضح کیے جائیں گے۔

دعوت و تبلیغ کی ضرورت

دعوت کی ضرورت کا پہلا سبب انسانی فطرت ہے۔ انسان بھولنے والا ہے؛ اسے بار بار یاد دہانی چاہیے ہوتی ہے۔ جو سچائی ایک بار سن لی جائے وہ بھی روزمرہ کی مصروفیت اور گناہوں کی گرد سے مدھم پڑ جاتی ہے، اسی لیے وعظ، نصیحت اور محفلِ ذکر کا تسلسل ضروری ہے۔ دوسرا سبب جہالت اور غلط فہمیوں کا خاتمہ ہے۔ دین کے بارے میں بہت سی غلط فہمیاں صرف اس لیے پھیلتی ہیں کہ صحیح پیغام بروقت اور مناسب انداز میں لوگوں تک نہیں پہنچ پاتا۔ تیسرا سبب معاشرتی اصلاح ہے: جھوٹ، ناانصافی، سود، بے حیائی اور حقوق کی پامالی جیسی برائیاں محض قانون سے ختم نہیں ہوتیں، ان کے خاتمے کے لیے دلوں کی تبدیلی چاہیے جو دعوت ہی سے ممکن ہے۔

چوتھا سبب نئی نسل کی تربیت ہے۔ آج کا نوجوان معلومات تو دنیا بھر سے حاصل کر رہا ہے مگر مقصدِ زندگی اور اخلاقی سمت اسے وہیں سے ملے گی جہاں اس تک دعوت پہنچے گی۔

اگر داعی خاموش رہیں تو خلا کو ہر وہ آواز پُر کرے گی جو ذرائع ابلاغ پر دستیاب ہو گی۔ پانچواں سبب حجت کا قیام اور ذمہ داری سے عہدہ برآ ہونا ہے: ہر مسلمان اپنی استطاعت کے مطابق پیغام پہنچانے کا جواب دہ ہے۔ یہاں یہ نکتہ واضح رہے کہ دعوت کا کام دلیل، نرمی اور اخلاق سے ہوتا ہے؛ کسی فرد کے بارے میں حتمی دینی فیصلہ یا فتویٰ دینا اس نوٹ کا مقصد نہیں اور نہ ہی ہر شخص کا اختیار ہے، خاص معاملات میں رہنمائی مستند علماء ہی سے حاصل کرنی چاہیے۔

دعوت و تبلیغ کی اہمیت

دعوت و تبلیغ کی اہمیت کا پہلا پہلو یہ ہے کہ یہ انبیاء کرام کا مشن ہے اور اس مشن سے جڑنا مسلمان کے لیے عزت و شرف کا باعث ہے۔ دوسرا پہلو اس کا اجر و ثواب ہے؛ تعلیماتِ نبوی ﷺ کے مفاہیم میں اس شخص کو جس کی وجہ سے کوئی ہدایت پائے بڑی فضیلت سے نوازا گیا ہے کیونکہ اس نیکی کا سلسلہ آگے بڑھنے والوں کے اعمال کے ساتھ جاری رہتا ہے۔ تیسرا پہلو یہ ہے کہ دعوت داعی کی اپنی اصلاح کا ذریعہ ہے: جو شخص دوسروں کو نماز کی دعوت دیتا ہے وہ خود نماز سے غافل نہیں رہ سکتا، جو سچائی کا پیغام دیتا ہے اس کا اپنا کردار بھی سدھرتا ہے۔ یوں دعوت یک طرفہ عمل نہیں بلکہ دینے والے کو بھی سنوارتی ہے۔

چوتھا پہلو سماجی ہے: دعوت سے معاشرے میں نیکی کا ماحول بنتا ہے، برائی کو سماجی قبولیت نہیں ملتی اور نیک لوگ ایک دوسرے کی شناخت و تقویت کا ذریعہ بنتے ہیں۔ پانچواں پہلو تحفظِ دین ہے: ہر دور میں دین اسی لیے محفوظ رہا کہ ہر نسل میں ایسے لوگ موجود رہے جنہوں نے اگلی نسل تک پیغام پہنچایا؛ علماء، اساتذہ، والدین اور عام نیک مسلمان سب اس زنجیر کی کڑیاں ہیں۔ چھٹا پہلو یہ ہے کہ دعوت انسانیت کی خدمت بھی ہے، کیونکہ دنیا و آخرت کی بھلائی کی طرف بلانا کسی بھی انسان کے لیے سب سے بڑا احسان ہے، بشرطیکہ انداز محبت و احترام کا ہو اور مخاطب کی عزتِ نفس مجروح نہ ہو۔

دوستوں کو دعوت کیسے دی جائے؟ عملی طریقے

دوستوں کو دعوت دینا ایک حساس اور مؤثر میدان ہے، کیونکہ دوست کی بات اس لیے سنی جاتی ہے کہ درمیان محبت اور اعتماد کا رشتہ ہوتا ہے۔ پہلا اصول یہ ہے کہ آغاز اپنے عمل سے ہو: نماز کی پابندی، سچائی، وعدے کی پاسداری اور مشکل میں کام آنا، یہ وہ خاموش دعوت ہے جو زبان سے زیادہ اثر رکھتی ہے۔ دوسرا اصول مناسب موقع و انداز ہے: دوست کو سب کے سامنے شرمندہ کر کے یا بحث جیتنے کے لہجے میں دعوت دینا اکثر الٹا اثر کرتا ہے؛ تنہائی کی نرمی بھری گفتگو، کھانے پر ہلکی پھلکی بات چیت یا کسی مشترکہ مطالعے کی تجویز زیادہ کارآمد ہے۔ تیسرا اصول تدریج ہے: پہلی ہی ملاقات میں تمام مسائل چھیڑنے کے بجائے ایک وقت میں ایک بات، وہ بھی دوست کی دلچسپی اور ضرورت کو دیکھ کر۔

چوتھا اصول سننے کی صلاحیت ہے۔ دوست کی بات، اس کے سوالات اور حتیٰ کہ اس کے اعتراضات کو تحمل سے سننا دعوت کا نصف کام ہے؛ جو شخص خود کو سنا ہوا محسوس کرتا ہے وہی دوسرے کو سننے پر آمادہ ہوتا ہے۔ پانچواں اصول اچھا مواد فراہم کرنا ہے: مختصر و مستند کتاب، سیرت کا دلچسپ باب یا کسی معتبر عالم کی گفتگو کی طرف رہنمائی، دوست کی سطح کے مطابق ہو تو ذہن کو خوراک ملتی رہتی ہے۔ چھٹا اصول دوست کے ساتھ نیکی کے کاموں میں شرکت ہے: مسجد کی صفائی، کسی غریب کی مدد یا مطالعاتی حلقے میں ساتھ چلنے کی دعوت اکثر براہِ راست نصیحت سے مؤثر ثابت ہوتی ہے۔ ساتواں اصول دعا ہے: دوست کی ہدایت کے لیے دل سے دعا کرنا سیرتِ نبوی ﷺ کی روش ہے اور داعی کو مایوسی سے بچاتا ہے۔ یہ بھی یاد رہے کہ نتیجہ قبول کرانا انسان کے بس میں نہیں؛ داعی کا کام حکمت سے پہنچانا ہے، قبولیت اللہ کے اختیار میں ہے۔

دعوت میں احتیاطیں اور عام غلطیاں

دوستوں کی دعوت میں چند غلطیوں سے بچنا ضروری ہے۔ اول، اکراہ و زبردستی: دین کی دعوت میں جبر کی گنجائش نہیں؛ دباؤ وقتی وعدہ تو کرا سکتا ہے مگر دل کی تبدیلی نہیں لاتا۔ دوم، دوسرے کی تحقیر: دوست کی غلطی کو اس کی شخصیت بنا کر پیش کرنا اسے دور کر دیتا ہے؛ غلطی سے نفرت اور انسان سے محبت دعوت کا توازن ہے۔ سوم، اختلافی مسائل میں الجھنا: آغاز ہی میں فقہی اختلافات چھیڑنے سے اصل پیغام پس پشت چلا جاتا ہے؛ مشترکہ بنیادوں یعنی ایمان، عبادت اور اخلاق سے شروع کرنا حکمت ہے، اور دقیق اختلافی

مسائل میں مستند علماء کی طرف رہنمائی کرنا ہی درست رویہ ہے۔ چہارم، جلد بازی و مایوسی: مہینوں کی محنت سے بننے والی عادت ایک نصیحت سے نہیں بدلتی؛ صبر و تسلسل داعی کا زادِ راہ ہے۔

پانچویں احتیاط داعی کے اپنے علم کی حدود کا اعتراف ہے۔ جس مسئلے کا علم نہ ہو اس میں صاف کہہ دینا کہ اہلِ علم سے معلوم کر کے بتاؤں گا، دعوت کی ساکھ کو کئی گنا بڑھا دیتا ہے، جبکہ بے تحقیق بات آگے بڑھانا نقصان دہ ہے۔ چھٹی احتیاط دوستی کی حفاظت ہے: دعوت کا مقصد دوست کو جیتنا ہے، بحث کو نہیں؛ اگر کسی موقع پر بات تلخی کی طرف بڑھے تو موقف واضح کر کے موضوع بدل دینا اور تعلق بچا لینا ہی حکمت ہے۔ ان احتیاطوں کے ساتھ دوستوں کی دعوت دوستی کو کمزور نہیں کرتی بلکہ اسے دنیا کے ساتھ ساتھ دین کی بنیاد پر بھی استوار کر دیتی ہے۔

نتیجہ

خلاصہ یہ ہے کہ دعوت و تبلیغ اس امت کی بنیادی ذمہ داری، انبیاء کے مشن کا تسلسل اور معاشرتی اصلاح کا سب سے پائیدار ذریعہ ہے۔ اس کی ضرورت انسانی بھول، غلط فہمیوں کے خاتمے، نئی نسل کی تربیت اور نیکی کے ماحول کی بقا سے ثابت ہے۔ دوستوں کو دعوت دینے کا درست طریقہ یہ ہے کہ آغاز اپنے عمل سے ہو، انداز محبت و حکمت کا ہو، بات تدریج و موقع شناسی سے ہو اور نتیجہ اللہ پر چھوڑا جائے۔ ایسی دعوت دوستی کو بھی جنت کے راستے کا ساتھی بنا دیتی ہے اور یہی سیرتِ نبوی ﷺ کے دعوتی منہج کی اصل روح ہے۔

سوال نمبر 2: دعوت و تبلیغ کا نبوی منہاج اور عصرِ حاضر میں اس سے استفادہ (20 نمبر)

دعوت و تبلیغ کے نبوی منہاج پر نوٹ لکھیں نیز عصرِ حاضر میں اس سے استفادہ کی اہمیت واضح کریں۔

تعارف: منہاج کا مفہوم اور نبوی دعوت کا تعارف

منہاج سے مراد وہ واضح طریقہ کار، اصول اور مراحل ہیں جن کے مطابق کوئی کام انجام دیا جائے۔ دعوت و تبلیغ کا نبوی منہاج وہ طرزِ عمل ہے جو نبی اکرم ﷺ نے مکہ و مدینہ کے مختلف ادوار میں اختیار فرمایا اور جس کی بنیاد وحی کی ہدایت، مخاطب کی نفسیات کی رعایت اور مقصد کی واضحیت پر تھی۔ یہ منہاج کسی وقتی حکمتِ عملی کا نام نہیں بلکہ ایسے ہمہ گیر اصولوں کا مجموعہ ہے جو ہر دور اور ہر معاشرے میں قابلِ عمل ہیں۔ قرآن مجید نے اس منہاج کی روح حکمت، اچھی نصیحت اور بہترین گفتگو کے الفاظ میں بیان کی ہے (النحل 16:125 کے مفہوم) اور سورۃ یوسف (12:108) کے مفہوم میں بصیرت کے ساتھ اللہ کی طرف بلانے کو رسول اور آپ کے پیروکاروں کی راہ بتایا گیا ہے۔

سیرت کا مطالعہ بتاتا ہے کہ نبوی دعوت کا آغاز فرد کی اصلاح سے ہوا، پھر خاندان و قریبی حلقہ، پھر معاشرہ اور پھر ریاست و بین الاقوامی سطح تک یہ پیغام پھیلا۔ اس تدریج میں ہر مرحلے کے اپنے تقاضے تھے: مکی دور میں عقیدہ، صبر اور کردار کی تعمیر نمایاں تھی جبکہ مدنی دور میں معاشرہ، عبادات کا نظام اور اخلاقی قوانین کی تشکیل سامنے آئی۔ اس منہاج کو سمجھنا آج کے داعی کے لیے اس لیے ضروری ہے کہ اس سے اسے معلوم ہوتا ہے کہ کہاں نرمی کرنی ہے، کہاں سختی دکھانی ہے، کس بات کو پہلے رکھنا ہے اور کسے بعد میں۔ زیرِ نظر نوٹ میں نبوی منہاج کے بنیادی اصول پیش کیے جائیں گے اور پھر عصرِ حاضر میں ان سے استفادے کی اہمیت واضح کی جائے گی۔

نبوی منہاج کے بنیادی اصول: ایک جامع جائزہ

نبوی منہاج کا پہلا اصول توحید کو مرکز رکھنا ہے۔ آپ ﷺ کی دعوت کا آغاز اور محور اللہ کی وحدانیت، اس کی عبادت اور آخرت کی جواب دہی تھا، کیونکہ جب انسان کا تعلق اللہ سے درست ہو جاتا ہے تو باقی اصلاحات اسی بنیاد پر کھڑی ہوتی ہیں۔ دوسرا اصول علم و بصیرت ہے: آپ ﷺ نے جو کچھ کہا وہ وحی کی بنیاد پر کہا اور اپنے پیروکاروں کو بھی بغیر علم کے بات کرنے سے بچنے کی تربیت دی۔ تیسرا اصول تدریج ہے: احکام ایک ساتھ نازل نہیں ہوئے بلکہ ذہنوں کی تیاری کے بعد مرحلہ وار آئے، جس سے معلوم ہوتا ہے کہ دلوں کی تبدیلی میں جلد بازی نہیں بلکہ ترتیب و تدریج کامیابی کی کنجی ہے۔

چوتھا اصول مخاطب شناسی ہے: نوجوان سے اس کے انداز میں، سردار سے اس کے مقام کی رعایت کے ساتھ، دیہاتی سے اس کی سادگی کے مطابق اور اہلِ کتاب سے ان کی کتب کی روشنی میں گفتگو کرنا اسی اصول کی شکلیں ہیں۔ پانچواں اصول نرمی و رفق ہے: سخت دلی کو نبوی دعوت میں ہمیشہ ناپسند رکھا گیا اور یہ سمجھایا گیا کہ جس چیز میں نرمی آتی

ہے وہ سنور جاتی ہے؛ اس مفہوم کی روشنی میں داعی کا لہجہ اس کے پیغام کا آدھا اثر ہوتا ہے۔ چھٹا اصول داعی کا اپنا نمونہ ہے: آپ ﷺ کی ذات دعوت کا سب سے بڑا ثبوت تھی۔ ساتواں اصول صبر و استقامت ہے: مخالفت، طنز اور اذیت پر بھی پیغام رسانی جاری رکھنا اور نتیجے کی جلدی نہ کرنا نبوی منہاج کا حسن ہے۔ آٹھواں اصول وسائل کا جائز استعمال ہے: قبائل کے اجتماعات، خطوط، وفود اور سفارتیں اپنے دور کے دستیاب ذرائع کا بہترین استعمال تھیں۔

نبوی منہاج کے مراحل: مکی و مدنی دور

مکی دور میں دعوت کے تین مراحل سیرت کی کتب میں واضح نظر آتے ہیں: خفیہ دعوت جس میں افراد کی تیاری ہوئی، اعلانیہ دعوت جس میں قریش کو کھلے عام پیغام سنایا گیا، اور مکہ سے باہر دعوت جس میں طائف اور قبائل تک رسائی کی کوشش ہوئی۔ اس دور کی نمایاں خصوصیات عقیدے کی پختگی، نماز و صبر کی تربیت، کردار سازی اور ظلم پر پرامن استقامت تھیں۔ یہ دور بتاتا ہے کہ جب حالات سازگار نہ ہوں تو داعی کا کام شور مچانا نہیں بلکہ افراد کی تیار کرنا اور وقت کا دانشمندی سے انتظار کرنا ہے۔ اسی دور میں حبشہ کی طرف ہجرت اس بات کی مثال ہے کہ دعوت کی حفاظت کے لیے حکمت سے راستہ نکالنا بھی منہاج کا حصہ ہے۔

مدنی دور میں دعوت کو معاشرے کی تشکیل کا میدان ملا: مسجد کی تعمیر، مہاجرین و انصار کے درمیان مؤاخات، مختلف گروہوں کے ساتھ معاہدات، اور پھر پڑوسی قبائل و حکمرانوں تک خطوط و وفود کے ذریعے پیغام رسانی اس دور کی نمایاں خصوصیات ہیں۔ یہاں دعوت کے ساتھ تعلیم کا نظام، فلاحی ادارہ جات اور عدل و قانون کی فضا بھی قائم ہوئی جس نے قول کو عمل کی تائید دے دی۔ ان مراحل کا سبق یہ ہے کہ نبوی منہاج جامد نہیں تھا؛ مقصد ایک رہا مگر طریقہ حالات کے مطابق نرمی، تدریج اور منصوبہ بندی کے ساتھ بدلتا رہا۔ آج کے داعی کے لیے بھی یہی اصول ہے کہ اصول ثابت رہیں اور حکمتِ عملی حالات کے مطابق ہو۔

عصرِ حاضر میں نبوی منہاج سے استفادے کی اہمیت

عصرِ حاضر میں نبوی منہاج سے استفادے کی اہمیت پہلے سے بڑھ گئی ہے۔ پہلی وجہ یہ ہے کہ آج دعوت کا میدان عالمی ہو چکا ہے: انٹرنیٹ نے ہر پیغام کو سرحدوں سے آزاد کر دیا ہے، ایسے میں اگر پیغام تو پہنچے مگر نبوی نرمی و حکمت نہ ہو تو فائدے کے بجائے غلط فہمیاں بڑھتی ہیں۔ اسلام کے بارے میں پھیلنے والی بہت سی غلط فہمیوں کی ایک وجہ یہ بھی

ہے کہ اصل سیرت و تعلیمات سے زیادہ بعض سخت رویوں کو اسلام کا تعارف سمجھ لیا جاتا ہے۔ نبوی منہاج کی طرف واپسی اس مسئلے کا اصل حل ہے کیونکہ سیرت کی مکمل تصویر میں رحمت، عدل، مکالمہ اور انسانی احترام سب شامل ہیں۔

دوسری وجہ نئی نسل کی ذہنی ساخت ہے۔ آج کا نوجوان سوال کرتا ہے، دلیل مانگتا ہے اور جذبات کے بجائے سلوک دیکھ کر فیصلہ کرتا ہے۔ نبوی منہاج کا بصیرت و دلیل پر زور، سوال سننے کا تحمل اور مخاطب کی سطح پر اتر کر بات کرنا آج کے نوجوان کے لیے سب سے موزوں انداز ہے۔ تیسری وجہ خاندان و معاشرے کی ٹوٹ پھوٹ ہے: جب ہر سطح پر تنازعہ عام ہو تو دعوت کا وہ انداز ہی کارآمد ہے جو دلوں کو جوڑتا ہے۔ چوتھی وجہ یہ ہے کہ آج داعی کے پاس وسائل بے شمار ہیں مگر توجہ کا دورانیہ کم ہے؛ مختصر، واضح اور کردار سے مزین پیغام ہی مؤثر رہ گیا ہے، اور یہ سب نبوی منہاج کی روح میں موجود ہے۔

عملی استفادے کی صورتیں اور احتیاطیں

عملی استفادے کی چند صورتیں یہ ہیں۔ اول، تعلیمی اداروں میں سیرت کو محض واقعات کے بجائے منہاج کی صورت میں پڑھایا جائے تاکہ طالب علم یہ سمجھے کہ آپ ﷺ نے کس موقع پر کیا انداز اور کیوں اختیار کیا۔ دوم، خاندانی سطح پر دعوت کا آغاز نرمی اور خدمت سے ہو؛ گھر میں سخت مزاجی سے کی جانے والی نصیحت اکثر ناکام ہوتی ہے۔ سوم، مسجد و محلے کی سطح پر مختصر و باقاعدہ مطالعاتی حلقے قائم ہوں جن میں سیرت کے دعوتی اسباق زیرِ بحث آئیں۔ چہارم، میڈیا و تحریر میں دعوت کے لیے ایسی زبان اور ایسا انداز اپنایا جائے جو سچا بھی ہو اور دلوں کو متنفر بھی نہ کرے؛ اس کی تفصیل اگلے سوال میں بھی آئے گی۔

احتیاطوں میں سب سے اہم یہ ہے کہ نبوی منہاج کے نام پر اپنی ذاتی رائے کو دین نہ بنایا جائے۔ ہر دعوتی سرگرمی کی بنیاد مستند علم و ماخذ پر ہونی چاہیے اور اختلافی و دقیق مسائل میں فیصلہ علماء پر چھوڑنا چاہیے۔ دوسری احتیاط یہ ہے کہ استفادے کا مطلب ماضی کی لفظی نقل نہیں؛ خطوط کی جگہ آج پیغام کے نئے ذرائع آ گئے ہیں مگر اصول وہی ہیں: سچائی، نرمی، تدریج اور حکمت۔ تیسری احتیاط نتیجے کی مایوسی سے بچنا ہے؛ نبوی منہاج سکھاتا ہے کہ داعی کا کام بیج بونا ہے، فصل کا وقت اللہ کے علم میں ہے۔ ان احتیاطوں کے ساتھ نبوی منہاج عصرِ حاضر کی دعوت کو توازن، وقار اور پائیدار اثر عطا کرتا ہے۔

نتیجہ

نتیجہ یہ ہے کہ دعوت کا نبوی منہاج توحید کی مرکزیت، علم و بصیرت، تدریج، مخاطب شناسی، نرمی، ذاتی نمونے اور صبر و استقامت جیسے اصولوں کا مجموعہ ہے جو مکی و مدنی مراحل میں عملی صورت میں سامنے آیا۔ عصرِ حاضر کے عالمی میڈیا [illegible] ذہنیت رکھنے والی نئی نسل اور غلط فہمیوں کے ماحول میں اس منہاج سے استفادہ محض مفید نہیں بلکہ ناگزیر ہے۔ جو دعوت نبوی منہاج سے جڑی ہو گی وہ دلوں تک پہنچے گی، اور جو اس سے کٹ جائے گی وہ شور تو پیدا کرے گی مگر تبدیلی نہیں لا سکے گی۔ یہی اس نوٹ کا مرکزی پیغام ہے۔

جدول 1: نبوی منہاج کے اصول اور آج ان کا اطلاق

نبوی منہاج کا اصول	مفہوم	عصرِ حاضر میں اطلاق
حکمت	موقع و مخاطب کی رعایت	مناسب وقت و انداز کا انتخاب
تدریج	مرحلہ وار اصلاح	ایک وقت میں ایک ہدف
نرمی	رفق و محبت کا لہجہ	سخت لہجے سے پرہیز
ذاتی نمونہ	قول سے پہلے عمل	کردار سے دعوت

سوال نمبر 3: نفسیات کا مفہوم اور معززین و سرداروں کو دعوت کا طریقہ کار (20 نمبر)

نفسیات کا مفہوم کیا ہے نیز معززین اور سرداروں کو دعوت دینے کا طریقہ کار سیرتِ نبوی کی روشنی میں واضح کریں۔

تعارف: نفسیات کا مفہوم

نفسیات اس علم کو کہتے ہیں جو انسان کے ذہن، احساسات، جذبات، رویوں اور برتاؤ کا مطالعہ کرتا ہے۔ اس میں یہ جاننے کی کوشش کی جاتی ہے کہ انسان کیوں سوچتا ہے، وہ کس بات سے متاثر ہوتا ہے، اس کے فیصلے کن عوامل سے بنتے ہیں اور اس کے رویے کو کس طرح بدلا جا سکتا ہے۔ داعی کے لیے نفسیات کی اہمیت اس لیے ہے کہ دعوت کا تعلق انسان کے ذہن و دل سے ہے؛ جب تک داعی مخاطب کی ذہنی کیفیت، اس کے سوالات، اس کے خوف، اس کی خواہشات اور اس کے سماجی مقام کو نہ سمجھے، اس کی بات مخاطب کے دل تک نہیں پہنچتی۔ اسی لیے ماہرین دعوت مخاطب شناسی کو کامیاب تبلیغ کی پہلی شرط قرار دیتے ہیں۔

اسلامی نقطہ نظر سے نفسیات کا مفہوم محض تجرباتی علم تک محدود نہیں بلکہ اس میں انسانی نفس کی وہ جہتیں بھی شامل ہیں جن کا ذکر قرآن و سیرت میں ہوا ہے، مثلاً نفس کو برائی کی طرف مائل ہونے والا، ملامت کرنے والا اور اطمینان پانے والا قرار دیا گیا ہے (دیکھیے بالترتیب یوسف 12:53، القیامہ 75:2 اور الفجر 89:27 کے مفاہیم)۔ ان اشارات سے معلوم ہوتا ہے کہ انسان کی باطنی کیفیات کو سمجھنا دین کی نظر میں بھی اہم ہے۔ یہ نوٹ خالصتاً تعلیمی ہے؛ کسی فرد کی ذہنی صحت یا نفسیاتی بیماری کی تشخیص و علاج ماہرین ہی کا کام ہے، یہاں نفسیات سے مراد دعوت میں مخاطب کے مزاج و مقام کی سمجھ ہے۔

دعوت میں نفسیات کی اہمیت

دعوت میں نفسیات کی اہمیت کا پہلا پہلو یہ ہے کہ ہر انسان کا اثر قبول کرنے کا انداز مختلف ہوتا ہے۔ کوئی دلیل سے قائل ہوتا ہے، کوئی کردار دیکھ کر، کوئی محبت کے رویے سے اور کوئی تدریجی گفتگو سے۔ جو داعی یہ فرق نہیں سمجھتا وہ ہر کسی کے لیے ایک ہی انداز استعمال کر کے ناکام ہوتا ہے۔ دوسرا پہلو مزاج و عمر کی رعایت ہے: نوجوان جوش و سوال سے، بزرگ تجربے و وقار سے اور بچہ محبت و کہانی سے متاثر ہوتا ہے۔ تیسرا پہلو سماجی مقام ہے: معاشرے کے بااثر افراد کی بات پورے گروہ پر اثر ڈالتی ہے، اسی لیے سیرت میں سرداروں اور معززین کو دعوت کی خصوصی توجہ ملی، جس کی تفصیل آگے آئے گی۔

چوتھا پہلو دفاعی نفسیات ہے۔ جب انسان کو محسوس ہو کہ اس کی عزت، روایت یا آمدنی خطرے میں ہے تو وہ سچ سننے کے باوجود انکار پر مجبور ہو جاتا ہے۔ عقلمند داعی اس دفاعی دیوار کو براہِ راست حملے سے نہیں بلکہ اعتماد سازی سے عبور کرتا ہے۔ پانچواں پہلو یہ ہے کہ نفسیات کی سمجھ داعی کو یہ بھی سکھاتی ہے کہ ہر انکار مستقل نہیں ہوتا؛ وقتی غصہ،

گروہی دباؤ یا غلط معلومات پر مبنی انکار وقت، نرمی اور مسلسل حسنِ سلوک سے بدلا جا سکتا ہے۔ سیرت کے کئی واقعات اس کی گواہی دیتے ہیں کہ آج کے سخت مخالف کل کے مخلص ساتھی بن گئے، اور یہ تبدیلی کردار و نفسیات کی درست سمجھ ہی سے ممکن ہوئی۔

سیرتِ نبوی ﷺ میں معززین و سرداروں کو دعوت کی حکمتِ عملی

سیرتِ نبوی ﷺ کا مطالعہ بتاتا ہے کہ آپ ﷺ نے معززین و سرداروں کو دعوت دیتے وقت ان کے مقام، وقار اور اثر و رسوخ کی مکمل رعایت فرمائی۔ اس حکمتِ عملی کی بنیاد یہ حقیقت تھی کہ سردار کا قبول کرنا پورے قبیلے یا گروہ کے لیے راستہ کھول دیتا ہے اور سردار کی مخالفت پورے گروہ کو روک دیتی ہے۔ آپ ﷺ قبائل کے سرداروں سے ان کے اجتماعات میں ملاقات فرماتے، انہیں ان کے مرتبے کے مطابق مخاطب کرتے اور ان کی بات صبر سے سنتے۔ حکمرانوں کو بھیجے گئے خطوط میں بھی مخاطب کے شاہی وقار کی رعایت کے ساتھ اصل پیغام پوری وضاحت سے لکھا گیا، جس کی تفصیلات خطوطِ نبوی ﷺ پر مستند کتب میں موجود ہیں۔

دوسری حکمت یہ تھی کہ انفرادی ملاقات کو اہمیت دی گئی۔ سردار عموماً مجمع میں اپنی انا کی وجہ سے نرمی نہیں دکھا سکتا، اس لیے تنہائی یا چھوٹی مجلس میں گفتگو زیادہ نتیجہ خیز ہوتی ہے۔ تیسری حکمت مخاطب کی خوبیوں کا اعتراف تھا: آپ ﷺ اچھے اخلاق، سخاوت یا بہادری جیسی صفات کی قدر فرماتے، جس سے مخاطب کا دل کھلتا اور وہ پیغام سننے پر آمادہ ہوتا۔ چوتھی حکمت یہ تھی کہ سردار کی ذمہ داری کو اس کے سامنے رکھا گیا کہ اس کے فیصلے سے بہت سے لوگوں کی بھلائی وابستہ ہے۔ یہ انداز اس کی سماجی حیثیت کو چیلنج کرنے کے بجائے اسے نیکی کی قیادت کی دعوت دیتا ہے۔ یہ تمام نکات سیرت کے عمومی مطالعے سے اخذ کیے گئے اصول ہیں؛ انفرادی واقعات کی سند و تفصیل کے لیے مستند سیرت و حدیث کی کتب کی طرف رجوع ضروری ہے۔

معززین و سرداروں کو دعوت دینے کا طریقہ کار: مرحلہ وار خاکہ

طریقہ کار کا پہلا مرحلہ تیاری ہے: سردار کے پس منظر، اس کے گروہ کے مسائل اور اس کی دلچسپیوں کے بارے میں معلومات حاصل کی جائیں تاکہ گفتگو ہوائی نہ ہو۔ دوسرا مرحلہ رابطہ و تعارف ہے: کسی مشترکہ جان پہچان، مناسب موقع یا پھر براہِ راست شائستہ رابطے سے ملاقات طے کی جائے اور ملاقات کا مقصد وقار سے واضح کیا جائے۔ تیسرا

مرحلہ گفتگو کا آغاز ہے: تعریفی و خیر سگالی کے جملوں کے بعد اصل موضوع نرمی سے پیش کیا جائے، ابتدا ہی میں اختلاف انگیز نکات نہ چھیڑے جائیں۔ چوتھا مرحلہ اصل پیغام کی پیشکش ہے جس میں عقیدہ و اخلاق کی بنیادی باتیں دلیل و مثال کے ساتھ رکھی جائیں اور مخاطب کے سوالات کو پوری توجہ سے سنا جائے۔

پانچواں مرحلہ جواب و اطمینان ہے: اعتراضات کا جواب الزام تراشی کے بغیر دلیل سے دیا جائے اور جس بات کا علم نہ ہو اس میں اہلِ علم سے معلوم کرنے کا وعدہ کیا جائے۔ چھٹا مرحلہ دعوت کی تکمیل کے بجائے دروازہ کھلا رکھنا ہے: اگر سردار اسی وقت قبول نہ کرے تو بھی تعلق، خیر خواہی اور رابطہ برقرار رکھا جائے کیونکہ نفسیات بتاتی ہے کہ پہلی گفتگو بیج ہوتی ہے اور فیصلہ اکثر بعد میں پکتا ہے۔ ساتواں مرحلہ یہ ہے کہ قبولیت کی صورت میں اسے عوامی سطح پر مناسب عزت دی جائے اور اس کے گروہ تک پیغام پہنچانے میں اسی کو شریک رکھا جائے۔ اس پورے طریقے میں دو باتیں بنیادی رہیں: مخاطب کی عزتِ نفس کی مکمل حفاظت اور اپنے مقصد میں مکمل وضاحت؛ نہ خوشامد میں مقصد دبے اور نہ سختی میں وقار ٹوٹے۔

عصرِ حاضر میں اس طریقہ کار کا اطلاق

آج کے دور میں معززین و سرداروں کی شکلیں بدل گئی ہیں: سیاسی و سماجی رہنما، اساتذہ و منتظمین، کاروباری شخصیات، قبائلی و برادری کے بزرگ اور سوشل میڈیا پر اثر رکھنے والے افراد، سب اپنے اپنے حلقے کے سردار ہیں۔ ان تک دعوت پہنچانے کا نبوی طریقہ آج بھی وہی ہے: مقام کی رعایت، نرمی، انفرادی رابطہ اور خوبیوں کا اعتراف۔ تعلیمی ادارے کے سربراہ کو نیکی کے منصوبے میں شریک کرنا پورے ادارے کا ماحول بدل سکتا ہے، اور کسی بااثر شخصیت کا اچھا کردار اس کے ہزاروں پیروکاروں کے لیے خاموش دعوت بن جاتا ہے۔

اس کے ساتھ آج ایک اضافی احتیاط یہ ہے کہ بااثر افراد کو دعوت دینے میں دنیاوی مفاد کا شبہ پیدا نہ ہو۔ داعی کا اخلاص اسی وقت نمایاں ہو گا جب اس کا مقصد صرف پیغام ہو، نہ عہدہ، نہ چندہ اور نہ ذاتی تعلق کا فائدہ۔ دوسری احتیاط یہ ہے کہ سردار کی قبولیت کو فیصلہ کن سمجھ کر عام لوگوں کو نظر انداز نہ کیا جائے؛ نبوی دعوت میں غریب و کمزور کو بھی

اتنی ہی عزت ملی جتنی سردار کو۔ توازن یہی ہے کہ ہر طبقے کو اس کے انداز میں دعوت دی جائے اور کسی کو بھی چھوٹا نہ سمجھا جائے۔ اس توازن کے ساتھ معززین کی دعوت معاشرے میں نیکی کی تیزی سے اشاعت کا ذریعہ بنتی ہے۔

نتیجہ

نتیجہ یہ ہے کہ نفسیات انسان کے ذہن و رویے کو سمجھنے کا علم ہے اور دعوت میں اس کی سمجھ کامیابی کی بنیادی شرط ہے۔ سیرتِ نبوی ﷺ نے معززین و سرداروں کو ان کے وقار کی رعایت، انفرادی رابطے، خوبیوں کے اعتراف اور صبر کے ساتھ دعوت دے کر وہ صراطِ کار دیا ہے جو آج کے رہنماؤں، منتظمین اور بااثر افراد تک پیغام پہنچانے میں بھی اتنا ہی مؤثر ہے۔ شرط صرف یہ ہے کہ داعی خوشامد اور سختی دونوں سے بچے، مقصد میں واضح اور اندر میں شائستہ رہے۔ یہی نفسیات شناسی اور یہی نبوی حکمت دعوت کو دلوں تک پہنچاتی ہے۔

سوال نمبر 4: مخاطب کی غلطی پر تنبیہ کا درست طریقہ اور غلط عقائد کی اصلاح — اسوۂ رسولِ اکرم ﷺ کی روشنی میں (20 نمبر)

مخاطب کی غلطی پر تنبیہ کرنے کا درست طریقہ کار کیا ہے؟ واضح کریں۔ نیز کسی کے غلط عقائد کی اصلاح کیسے کی جاتی ہے؟ اسوۂ رسولِ اکرم ﷺ کی روشنی میں تحریر کریں۔

تعارف

دعوت و تربیت کا ایک نازک ترین مرحلہ مخاطب کی غلطی پر تنبیہ ہے۔ غلطی بتانا آسان ہے مگر اس انداز میں بتانا کہ مخاطب بگڑنے کے بجائے سدھر جائے، یہ اصل فن ہے۔ اگر تنبیہ سختی، تحقیر یا مجمع میں شرمندگی کے ساتھ ہو تو مخاطب غلطی چھوڑنے کے بجائے داعی سے دور ہو جاتا ہے اور بعض اوقات ضد میں غلطی پر اڑ جاتا ہے۔ اس کے برعکس اگر غلطی کو نظر انداز ہی کر دیا جائے تو اصلاح کا فریضہ ادا نہیں ہوتا۔ سیرتِ نبوی ﷺ ان دونوں انتہاؤں کے درمیان وہ متوازن راستہ دکھاتی ہے جس میں غلطی کی اصلاح بھی ہوتی ہے اور انسان کی عزت بھی محفوظ رہتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ آپ ﷺ کی تنبیہ سے لوگ دل سے بدلتے تھے۔

اس سوال کا دوسرا حصہ غلط عقائد کی اصلاح سے متعلق ہے۔ عقیدے کی غلطی عام غلطی سے زیادہ حساس ہوتی ہے کیونکہ اس کا تعلق انسان کی شناخت، روایت اور آخرت سے جڑا ہوتا ہے۔ اس لیے اس کی اصلاح میں علم، دلیل، تدریج اور غیر معمولی صبر چاہیے ہوتا ہے۔ یہ نوٹ خالصتاً تعلیمی انداز میں عمومی اصول پیش کرتا ہے؛ کسی خاص فرد یا گروہ کے عقیدے کے بارے میں حتمی شرعی فیصلہ یا فتویٰ دینا مستند علماء اور مجاز فورم کا اختیار ہے اور وہی اصول یہاں بھی برقرار رکھا گیا ہے۔

غلطی پر تنبیہ کرنے کا درست طریقہ کار

درست طریقہ کار کا پہلا اصول نیت کی اصلاح ہے: تنبیہ کا مقصد مخاطب کو نیچا دکھانا یا اپنی برتری ثابت کرنا نہیں بلکہ اس کی بھلائی ہو۔ دوسرا اصول تصدیق ہے: سنی سنائی بات پر تنبیہ کرنے سے پہلے تحقیق کر لی جائے کہ غلطی واقعی ہوئی بھی ہے یا نہیں، کیونکہ غلط الزام پر مبنی تنبیہ تعلق خراب کر دیتی ہے۔ قرآن مجید نے بھی خبر کی تحقیق کا عمومی اصول دیا ہے (دیکھیے: الحجرات 49:6 کے مفہوم)۔ تیسرا اصول تنہائی ہے: نصیحت پردے میں ہو اور سرزنش مجمع سے الگ؛ جس غلطی کا اعلان ضروری نہ ہو اس کا اعلان کرنا اصلاح نہیں رسوائی ہے۔ چوتھا اصول عمومی انداز ہے: جہاں ممکن ہو بات کو کسی خاص فرد کی طرف اشارہ کیے بغیر عمومی انداز میں کہہ دیا جائے، جیسا کہ نبوی طریقے کے مفاہیم میں لوگوں کی عمومی حالت کا ذکر کر کے اصلاح کی روش ملتی ہے، اس سے مخاطب خود سمجھ جاتا ہے اور اس کی عزت بھی بچ جاتی ہے۔

پانچواں اصول نرمی و مناسب وقت ہے: تھکاوٹ، غصے یا مجمع کی موجودگی کے وقت تنبیہ مؤثر نہیں ہوتی؛ مناسب لمحہ اور نرم لہجہ نصف اصلاح ہے۔ چھٹا اصول غلطی اور شخصیت میں فرق ہے: یہ کہنا کہ یہ عمل درست نہیں، اس سے بالکل مختلف ہے کہ تم ناکام یا برے آدمی ہو؛ پہلا جملہ اصلاح کرتا ہے اور دوسرا دل توڑتا ہے۔ ساتواں اصول بدیل پیش کرنا ہے: صرف منع کرنا کافی نہیں، درست عمل کون سا ہے یہ بھی بتایا جائے تاکہ مخاطب کو راستہ ملے۔ آٹھواں اصول موقع دینا اور پیچھا نہ کرنا ہے: تنبیہ کے بعد مخاطب کو بدلنے کا وقت دیا جائے، بار بار یاد دہانی اور نگرانی کا احساس اسے متنفر کر دیتا ہے۔ نواں اصول دعا و خیر خواہی ہے: جس کے لیے تنبیہ کی جائے اس کے لیے دعا بھی کی جائے تو دل کی کدورت ختم ہو جاتی ہے۔

اسوۂ رسولِ اکرم ﷺ سے تنبیہ کے عملی نمونے

سیرت کی کتب میں تنبیہِ نبوی ﷺ کے نمونے بہت سبق آموز ہیں جن کا خلاصہ یہاں پیش کیا جاتا ہے۔ ناواقف دیہاتی کی غلط حرکت پر آپ ﷺ نے صحابہ کو سختی سے روکا اور پھر اسے نرمی سے درست بات سمجھائی، جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ وہی شخص تعلیم کا خواہش مند بن گیا۔ نماز میں چھینک پر بات کرنے والے نئے مسلمان کو آپ ﷺ نے نماز کے بعد اس محبت سے سمجھایا کہ اس نے آپ ﷺ کی شفقت کی گواہی دی۔ ان واقعات کی تفصیلات مستند سیرت و حدیث کی کتب میں موجود ہیں؛ یہاں مقصد ان کے تربیتی اصول نکالنا ہے: غلطی پر فوری غصہ نہیں، مجمع میں رسوائی نہیں، اور جہالت کو جرم کے بجائے تعلیم کی ضرورت سمجھنا۔

دوسرا نمونہ یہ ہے کہ آپ ﷺ نے کبھی کسی کی غلطی پر اس کا نام لے کر سب کے سامنے سرزنش نہیں فرمائی بلکہ عمومی خطاب میں اصلاح فرما دی۔ تیسرا نمونہ درگزر کا ہے: بعض غلطیوں کو آپ ﷺ نے دانستہ نظر انداز بھی فرمایا جب آپ ﷺ کو اندازہ ہوا کہ یہ لغزش ہے، عادت نہیں۔ چوتھا نمونہ یہ ہے کہ تنبیہ کے بعد آپ ﷺ کا رویہ مخاطب کے ساتھ پہلے سے بھی زیادہ مہربان رہتا، تاکہ اسے یہ احساس نہ ہو کہ ایک غلطی نے اس کی قدر ختم کر دی ہے۔ یہ نمونے بتاتے ہیں کہ تنبیہ نبوی ﷺ میں اصلاح، عزتِ نفس اور محبت تینوں اکٹھے چلتے تھے، اور یہی امتزاج آج کے استاد، والد اور داعی کے لیے مشعلِ راہ ہے۔

غلط عقائد کی اصلاح کا طریقہ: نبوی اسوے کی روشنی میں

غلط عقیدے کی اصلاح کا پہلا اصول یہ ہے کہ مخاطب کی بات کو پہلے صحیح طور پر سمجھا جائے۔ بہت سی غلط فہمیاں اس لیے بڑھتی ہیں کہ ہر فریق دوسرے کے موقف کو سنے بغیر جواب دیتا ہے۔ دوسرا اصول مشترکہ بنیاد سے آغاز ہے: اللہ کی وحدانیت، رسول کی صداقت اور آخرت کی جواب دہی جیسی بنیادی و متفقہ باتوں سے گفتگو شروع ہو تو ذہن کھلتا ہے۔ تیسرا اصول دلیل و علم ہے: عقیدے کی اصلاح نعروں سے نہیں ہوتی؛ قرآن و سنت کے مستند دلائل، سادہ مثالوں اور منطقی ترتیب کے ساتھ بات رکھنی چاہیے اور دقیق مسائل میں معتبر علماء کی کتب و رہنمائی کی طرف رجوع کرانا چاہیے۔ چوتھا اصول تدریج و صبر ہے: برسوں کی ذہنی ساخت ایک مجلس میں نہیں بدلتی؛ بیج بونے اور وقت دینے کا اصول یہاں بھی کارفرما ہے۔

پانچواں اصول مخاطب کی عزت و خیر خواہی ہے: عقیدے کے اختلاف کو ذاتی دشمنی میں بدلنا اصلاح کی سب سے بڑی رکاوٹ ہے؛ مدمقابل کی تحقیر، اس کے بزرگوں کی توہین اور سخت القاب سے گریز کرنا نبوی حکمت کا تقاضا ہے۔ چھٹا اصول خود داعی کے عمل کی گواہی ہے: جب مخاطب دیکھتا ہے کہ دعوت دینے والا سچا، نماز کا پابند اور معاملات میں دیانت دار ہے تو اس کی بات وزن پاتی ہے۔ ساتواں اصول دعا ہے اور آٹھواں اصول نتیجے کو اللہ پر چھوڑنا ہے۔ ان اصولوں کے عملی نمونے سیرت میں اہلِ کتاب اور مشرکین مکہ سے ہونے والے مکالمات، وفود سے گفتگو اور خطوط کے انداز میں ملتے ہیں، جن میں دلیل، وقار اور تحمل نمایاں ہے۔ تفصیلی واقعات کے لیے مستند سیرت کی کتب کا مطالعہ مفید رہے گا۔

عملی احتیاطیں اور حدود

اس موضوع میں چند احتیاطیں ضروری ہیں۔ اول یہ کہ عقائد کی اصلاح کا کام جلد بازی اور جذبات سے نہیں ہوتا؛ غلط وقت پر کی گئی درست بات بھی نقصان کر سکتی ہے۔ دوم یہ کہ سوشل میڈیا پر مناظرانہ لڑائیاں اصلاح کا ذریعہ ہر گز نہیں؛ وہاں اکثر مقصد سچائی کے بجائے واہ واہ ہوتی ہے اور اس سے غلط فہمیاں بڑھتی ہیں۔ سوم یہ کہ ہر طالب علم یا عام شخص کو اختلافی بحثوں کا ماہر نہیں بننا چاہیے؛ اپنی علمی حد کا اعتراف اور اہلِ علم کی طرف رہنمائی ہی دیانت ہے۔ چہارم یہ کہ کسی کے عقیدے کی اصلاح کی کوشش کے دوران اس کے بنیادی انسانی حقوق، عزت اور امن کو کسی صورت مجروح نہ کیا جائے؛ دعوت کا راستہ اخلاق و قانون کے دائرے ہی میں رہتا ہے۔

یہ بات بھی واضح رہے کہ اس نوٹ میں بیان کردہ اصول تعلیمی رہنمائی کے لیے ہیں۔ کسی خاص عقیدے، عمل یا شخص کے بارے میں شرعی حکم لگانا، تکفیر یا اس نوعیت کا کوئی فیصلہ، اس گائیڈ کے دائرے سے باہر ہے اور یہ اختیار صرف مستند علماء اور متعلقہ مجاز فورم کو حاصل ہے۔ طالب علم کے لیے درست رویہ یہ ہے کہ وہ اصول سیکھے، مستند کتب پڑھے اور پیچیدہ سوالات کو اہلِ علم کے سامنے رکھے۔ یہی احتیاط خود نبوی تعلیمات کے اس عمومی مفہوم کے مطابق ہے کہ جس بات کا علم نہ ہو اس میں خاموشی اور رجوع الی العلم بہتر ہے۔

نتیجہ

نتیجہ یہ ہے کہ غلطی پر تنبیہ کا درست طریقہ نیت کی خیر خواہی، تحقیق، تنہائی، نرمی، عمومی انداز، بدیل کی پیشکش اور موقع دینے پر مشتمل ہے، اور یہی اسوۂ رسولِ اکرم ﷺ کا خلاصہ ہے۔ غلط عقائد کی اصلاح اسی طریقے کی توسیع ہے جس میں علم و دلیل، مشترکہ بنیاد، تدریج، عزت اور دعا شامل ہو جاتے ہیں۔ جو داعی، استاد یا والد یہ توازن سیکھ لے وہ غلطی بھی دور کرتا ہے اور دل بھی جیت لیتا ہے۔ سیرت کا یہ سبق آج کے پر انتشار دور میں سب سے قیمتی ہے: اصلاح سختی سے نہیں، حکمت سے ہوتی ہے۔

سوال نمبر 5: سوشل میڈیا کے ذریعے دعوت و تبلیغ — اہمیت اور طریقہ کار (20 نمبر)

سوشل میڈیا کے ذریعے دعوت و تبلیغ کی اہمیت اور طریقہ کار پر تفصیلی نوٹ لکھیں۔

تعارف

سوشل میڈیا موجودہ دور کا سب سے طاقتور ذریعۂ ابلاغ ہے۔ فیس بک، یوٹیوب، انسٹاگرام، ٹک ٹاک، ایکس اور واٹس ایپ جیسے پلیٹ فارم اربوں انسانوں کو آپس میں جوڑ چکے ہیں، اور نوجوان نسل کی معلومات، رائے اور عادات کی تشکیل میں ان کا کردار اخبار و کتاب سے بڑھ چکا ہے۔ ایسے میں دعوت و تبلیغ کے لیے سوشل میڈیا کا استعمال محض ایک سہولت نہیں بلکہ وقت کی ضرورت ہے، کیونکہ پیغام کو وہیں پہنچانا حکمت ہے جہاں مخاطب موجود ہو۔ سیرتِ نبوی ﷺ کا اصول بھی یہی تھا کہ اپنے دور کے دستیاب بہترین ذرائع استعمال کیے جائیں؛ کبھی قبائل کے اجتماعات، کبھی خطوط اور کبھی وفود۔ آج کے ذرائع بدل گئے ہیں مگر اصول وہی ہے۔

البتہ سوشل میڈیا تلوار کی طرح دو دھاری ہے۔ یہاں سچ بھی اسی رفتار سے پھیلتا ہے جتنی تیزی سے جھوٹ، اور نیکی کا پیغام بھی اسی ماحول میں جاتا ہے جہاں توجہ بٹانے والا مواد ہر لمحہ موجود ہوتا ہے۔ اس لیے سوشل میڈیا پر دعوت کے لیے صرف اچھی نیت کافی نہیں؛ مستند علم، مناسب انداز، اخلاقی حدود اور باقاعدہ طریقہ کار بھی ضروری ہے۔ زیرِ نظر نوٹ میں پہلے اس ذریعے کی اہمیت بیان کی جائے گی، پھر اس کا عملی طریقہ کار، مواقع و خطرات اور احتیاطیں پیش کی جائیں گی۔ اس موضوع پر کسی دقیق شرعی مسئلے کا فیصلہ اس نوٹ کا مقصد نہیں؛ عام اصول تعلیمی انداز میں پیش کیے جا رہے ہیں۔

سوشل میڈیا کے ذریعے دعوت کی اہمیت

اس ذریعے کی پہلی اہمیت اس کی وسعت ہے: ایک مختصر پوسٹ یا ویڈیو چند لمحوں میں ملکوں اور براعظموں تک پہنچ جاتی ہے، جو روایتی ذرائع سے مہینوں میں بھی ممکن نہ تھا۔ دوسری اہمیت نوجوان نسل تک رسائی ہے: جس نسل کو مسجد یا مدرسے کی مجلس میں باقاعدہ حاضری کا موقع کم ملتا ہے وہ روزانہ کئی گھنٹے موبائل اسکرین پر گزارتی ہے؛ دعوت اگر وہاں موجود نہ ہو تو اس نسل کے ذہن کی تشکیل مکمل طور پر غیر ملکی مواد کے ہاتھ میں چلی جاتی ہے۔ تیسری اہمیت لاگت و آسانی ہے: ایک طالب علم یا عام مسلمان محدود وسائل سے بھی مستند مواد آگے پہنچا سکتا ہے۔ چوتھی اہمیت تسلسل ہے: روزانہ کی بنیاد پر مختصر آیت و مفہوم، سیرت کا ایک واقعہ یا ایک اخلاقی نصیحت وقت کے ساتھ بڑا مجموعی اثر پیدا کرتی ہے۔

پانچویں اہمیت غلط فہمیوں کا ازالہ ہے: دین کے بارے میں بہت سی غلط فہمیاں سوشل میڈیا ہی سے پھیلتی ہیں، لہٰذا انہی پلیٹ فارموں پر درست و مستند معلومات کی موجودگی ضروری ہے۔ چھٹی اہمیت عالمی برادری سے تعلق ہے: مختلف ملکوں کے مسلمان ایک دوسرے کے تجربات، کتب اور لیکچرز سے مستفید ہو سکتے ہیں۔ ساتویں اہمیت دستاویزی بقا ہے: ایک بار اپ لوڈ ہونے والا لیکچر، مضمون یا کلپ سالوں تک لوگوں تک پہنچتا رہتا ہے اور بنانے والے کے لیے مسلسل نیکی کا ذریعہ بن سکتا ہے، بشرطیکہ اس کا مواد مستند ہو۔ ان وجوہات سے واضح ہے کہ سوشل میڈیا کو دعوت سے خالی چھوڑ دینا حکمت کے خلاف ہے۔

سوشل میڈیا پر دعوت کا طریقہ کار

طریقہ کار کا پہلا اصول مستند مواد ہے: جو بات آگے بڑھائی جائے اس کا ماخذ معلوم ہو، قرآنی آیت کا حوالہ درست ہو، حدیث و واقعہ مستند کتاب سے لیا گیا ہو؛ بے سند باتیں، جعلی اقوال اور سنسنی خیز دعوے دعوت کی ساکھ کو سب سے زیادہ نقصان پہنچاتے ہیں۔ دوسرا اصول پلیٹ فارم کے مطابق صورت بندی ہے: یوٹیوب پر مکمل لیکچر، مختصر پلیٹ فارموں پر ایک نکتے کی بات، انسٹاگرام پر دیدہ زیب گرافک کے ساتھ مختصر مفہوم اور واٹس ایپ پر ذاتی تعلق والوں کو بھیجا گیا مناسب مواد، یہ تقسیم توجہ حاصل کرنے کے

لیے ضروری ہے۔ تیسرا اصول زبان و لہجہ ہے: سادہ، شائستہ اور محبت بھری زبان، غصے و طعنے سے خالی؛ یہاں بھی نبوی حکمت و نرمی کا اصول (النحل 16:125 کے مفہوم) رہنما ہے۔

چوتھا اصول باقاعدگی و منصوبہ بندی ہے: ہفتے میں موضوعات طے کر کے مواد دینا، سیرت و اخلاق و عبادات میں توازن رکھنا اور کسی ایک حساس موضوع پر مسلسل شور نہ مچانا۔ پانچواں اصول تعامل کا اخلاق ہے: تبصروں میں سوال کا شائستہ جواب دینا، بحث کو لڑائی نہ بننے دینا اور ضرورت ہو تو گفتگو نجی پیغام تک محدود رکھنا۔ چھٹا اصول تصویر و ویڈیو کے جائز و مناسب استعمال کی حدود کا لحاظ ہے جن کی تفصیل میں اہلِ علم کی رہنمائی مقامی شرعی بورڈ منظر کے مطابق حاصل کرنی چاہیے۔ ساتواں اصول نتائج کا درست جائزہ ہے: پسندیدگی و شیئر کو مقبولیت تو سمجھا جائے مگر حق کی کسوٹی نہ بنایا جائے؛ بعض اوقات سب سے مفید بات کی رسائی کم ہوتی ہے اور سطحی بات کی زیادہ، داعی کا مطمع نظر اللہ کی رضا ہونا چاہیے نہ کہ اعداد و شمار۔

مواقع، خطرات اور چیلنجز

سوشل میڈیا دعوت کے لیے بے پناہ مواقع رکھتا ہے: دور دراز کے علاقوں تک رسائی، خواتین و مصروف پیشہ ور افراد تک پیغام، نئے مسلمانوں کی رہنمائی کے حلقے، آن لائن مطالعاتی جماعتیں اور کتب و لیکچرز کی فوری ترسیل ان میں شامل ہیں۔ کووڈ جیسے ادوار نے ثابت کیا کہ جب جسمانی اجتماعات محدود ہو جائیں تب بھی یہ ذرائع تعلیم و دعوت کا سلسلہ جاری رکھ سکتے ہیں۔ اسی طرح معذور افراد اور دوسرے ممالک میں رہنے والے مسلمانوں کے لیے یہ ذریعہ خاص نعمت ہے جنہیں مقامی سطح پر دینی ماحول میسر نہیں آتا۔

دوسری طرف خطرات بھی حقیقی ہیں۔ پہلا خطرہ بے سند مواد کا سیلاب ہے جس میں کمزور و موضوع روایات، غلط تراجمِ قرآن اور جعلی تاریخی دعوے تیزی سے پھیلتے ہیں۔ دوسرا خطرہ شہرت کی بیماری ہے: جب داعی کا مقصد پیروکاروں کی تعداد بن جائے تو وہ سچ کے بجائے وہ کہنے لگتا ہے جو مقبول ہو۔ تیسرا خطرہ فرقہ وارانہ و مناظرانہ کشمکش ہے جو ناظرین کو دین سے متنفر کرتی ہے۔ چوتھا خطرہ وقت کی بربادی ہے: دعوت کے نام پر گھنٹوں اسکرول کرنا خود نماز و مطالعے کو نقصان پہنچاتا ہے۔ پانچواں خطرہ نجی معلومات و تصاویر کے غلط استعمال اور آن لائن ہراسانی جیسے سماجی مسائل ہیں جن سے آگاہی و احتیاط ضروری ہے۔ ان خطرات کا حل ذریعہ چھوڑنا نہیں بلکہ اس کا ذمہ دارانہ استعمال ہے۔

عملی رہنما اصول اور تجاویز

طالب علم و عام صارف کے لیے چند عملی تجاویز مفید ہیں۔ اول، مستند ذرائع کی فہرست بنائی جائے: معتبر اداروں، جامعات اور معروف اہلِ علم کے صفحات و چینلز کو اپنایا جائے اور نامعلوم صفحات کی بات آگے بڑھانے سے پہلے تصدیق کی جائے۔ دوم، شیئر کرنے سے پہلے سوچنے کی عادت ڈالی جائے: کیا یہ بات سچ ہے؟ کیا اس سے کسی کی دل آزاری یا غلط فہمی تو نہیں بڑھے گی؟ یہ دو سوال بہت سے نقصان سے بچا لیتے ہیں۔ سوم، اپنی وال کو اپنی شخصیت کی نمائندہ سمجھا جائے: مطالعہ، سیرت، اخلاق اور مثبت معلومات کا تناسب زیادہ رکھا جائے اور لغو و بحث سے پرہیز کیا جائے۔ چہارم، گروہی دعوت میں ادب و لحاظ رکھے جائیں: واٹس ایپ گروپوں میں کثرت سے فارورڈ کے بجائے منتخب و مختصر مواد بھیجا جائے تاکہ لوگ اکتا نہ جائیں۔

اداروں و مساجد کے لیے تجاویز یہ ہیں کہ باقاعدہ میڈیا ٹیم بنائی جائے جس میں علم رکھنے والے اور تکنیکی مہارت رکھنے والے دونوں شامل ہوں، مواد کی اشاعت سے پہلے علمی جائزہ لیا جائے، اور نوجوانوں کو مستند مواد بنانے کی تربیت دی جائے۔ علماء و اساتذہ کے لیے بھی یہ مفید ہے کہ وہ اس ذریعے سے مکمل تعلق کے بجائے رہنمائی و موجودگی اختیار کریں تاکہ خلا غلط مواد سے نہ بھرے۔ سب سے بڑی تجویز یہ ہے کہ سوشل میڈیا کی دعوت کو اصل زندگی کے کردار سے جوڑا جائے؛ اسکرین پر نیکی کی بات اور گلی محلے میں اس کی عملی گواہی مل کر ہی وہ اثر پیدا کرتی ہے جو نبوی منہاج کا خاصہ ہے۔

نتیجہ

نتیجہ یہ ہے کہ سوشل میڈیا عصرِ حاضر میں دعوت و تبلیغ کا سب سے وسیع، تیز اور نوجوان نسل تک پہنچنے والا ذریعہ ہے، اور سیرت کے اس اصول کے مطابق کہ دستیاب ذرائع کو حکمت سے استعمال کیا جائے، اس سے استفادہ وقت کی ضرورت ہے۔ اس کی کامیابی کی شرائط مستند مواد، شائستہ لہجہ، پلیٹ فارم کے مطابق پیشکش، باقاعدگی، بحث سے پرہیز اور شہرت کے بجائے اخلاص ہیں۔ خطرات حقیقی مگر قابلِ انتظام ہیں۔ جو شخص ان اصولوں کے ساتھ اس میدان میں آئے گا اس کی ایک چھوٹی سی کوشش بھی ہزاروں دلوں تک نیکی کا پیغام پہنچا سکتی ہے، اور یہی دعوت کی اصل کامیابی ہے۔

جدول 1: پلیٹ فارم کے مطابق دعوتی مواد کی تقسیم

پلیٹ فارم	مناسب دعوتی مواد	خاص احتیاط
یوٹیوب	لیکچرز، سیرت کورسز	ماخذ و حوالہ جات کی وضاحت
مختصر ویڈیو پلیٹ فارم	ایک نکتے کی تصحیح	سنسنی و ادھوری بات سے پرہیز
واٹس ایپ	منتخب تحریر، ذاتی رہنمائی	کثرتِ فارورڈ سے گریز
فیس بک / ایکس	مضامین، سوالات کے جوابات	مناظرانہ بحث سے اجتناب

AIOU LIBRARY aioulibrary.com